REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 15 | ISSUE - 3 | DECEMBER - 2025

اردو ناول ۱۹۸۰ء سے قبل: ایک جائزہ۔

ڈاکٹر اظہر احمد غلام یزدانی
اسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو یشونت مہاودیالیہ ناندیڑ۔

ترقی یافتہ دور سے پہلے ہی بلکہ جب انسان گروہوں کی شکل میں جنگلوں میں زندگی بسر کرتا تھا۔تب ہی سے وہ پر تجس واقعات کو سننے کا عادی رہا ہے۔اسی دور میں انسان اپنے شکار کے بہادری کے واقعات سناتا تھا۔اور لوگوں کا مجموعہ ان واقعات کو نہایت دلچسپی سے سنتا تھا۔

پھر جب انسان مہذب ہوا اور بستیوں میں،شہروں میں آباد ہوا تو داستانوں کا دور شروع ہوا۔ یہ داستانیں زبانی،سینہ بہ سینہ سفر کرتی تھیں۔ جب انسان لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو وہ خود داستانیں لکھنے لگا۔اور چونکہ ہر شخص لکھنے پڑھنے سے واقف نہیں تھا،اس وقت داستان گو سامنے آئے۔ ان داستانوں میں عموماً شہزادوں،بادشاہوں،وزیر اور وزیرزادوں اور مافوق الفطرت کرداروں پر مشتمل داستانیں لکھی جاتی تھیں اور سنائی جاتی تھیں۔

ہندوستان میں داستان گوئی اور قصہ گوئی کا فن بہت قدیم ہے۔قدیم زمانے میں یہاں "کتھا سرت ساگر"اور "پنچ تنتر" کے بہت سارے واقعات موجود ہیں۔ جنھیں آج کتابی صورت میں تحریر کر دیا گیا ہے۔اردو ناول کا فن ہندوستان میں جنگ آزادی کی پہلی جنگ کی ناکامی کے بعد جو انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی جنگ تھی جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔اس جنگ کی ناکامی کے بعد جب سرسید احمد خان نے اپنی کتاب "اسباب غدر" لکھی تو انگریزوں کو بھی اپنے ظلم کا احساس ہوا اور اصلاحی کاموں کی طرف توجہ دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مغرب میں ناول کا آغاز ہو چکا تھا۔انگریزوں نے ہندوستان میں بھی تعلیمی اصلاح شروع کی۔اور وہ ادب جو ابھی تک ہندوستان میں داستانوں کی صورت میں موجود تھا۔ پڑھے لکھے ہندوستانیوں نے انگریزی ناولوں کا مطالعہ شروع کیا۔ یہاں اگرچہ اب تک داستانوں کی صورت مثنویوں کی صورت اور مرثیوں کے ذریعہ واقعات،قصے قلم بند ہونے لگے تھے۔اور اب ناولوں کی کمی کو بھی محسوس کیا جا رہا تھا۔

ناولوں کی اس کمی کو بھی اپنے وقت کے معروف ادیب ڈپٹی نذیر احمد نے بھی محسوس کیا۔لیکن وہ انگریزی زبان سے نابلد تھے اور نا ہی انھوں نے کوئی ناول پڑھا تھا۔انھیں ناول کے موضوعات اور اسلوب کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔پھر بھی انھوں نے غور کیا کہ کس ناول سے کیا کام لیا جا سکتا تھا۔مسلمانوں میں سب سے زیادہ اصلاح کی ضرورت خواتین کی تھی۔ایک تو ان میں ناخواندگی زیادہ تھی۔دوسرے وہ سوائے مذہبی تعلیم کے اور کچھ نہیں جانتی تھیں۔چنانچہ ڈپٹی نذیر احمد کو اپنے ناول کے لیے موضوع مل گیا اور انھوں نے خواتین کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور اپنا پہلا ناول لکھا جس کا عنوان "مراۃ العروس" تھا یعنی دُلہن کا آئینہ۔ یہ ناول دو بہنوں کی معاشرتی زندگی پر محیط ہے۔

یہ ناول اکبری اور اصغری دو بہنوں کی کہانی ہے۔ایک بہن سلیقہ مند،سگھڑ اور کفایت شعار ہے۔جبکہ دوسری بہن اس کے برخلاف بدسلیقہ،ناعاقبت اندیش،فضول خرچ۔ایک بہت اپنی صلاحیتوں سے گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔اور دوسری بہن اپنی بدسلیقگی کے باعث گھر کو دوزخ بنا دیتی ہے۔آخر میں اسے بھی عقل آجاتی ہے۔دوسرے معنی میں بڑی بہن سے وہ بہت کچھ سیکھتی ہیں اور راہ راست پر آجاتی ہے۔

ناول کا پلاٹ اصلاحی ہے۔واقعات میں تسلسل ہے۔عمدہ کردار نگاری بھی ہے۔مکالمے بھی عمدہ ہیں۔ذیلی کردار بھی ہیں۔ناول کا کلائمکس بھی ہے۔اس کے باوجود اس کے کہ اسے اردو کا پہلا ناول قرار دیا گیا ہے۔لیکن پھر بھی یہ ناول،ناول کے فن پر پورا نہیں اترتا۔کیونکہ اس ناول

پرمقصدیت پوری طرح حاوی ہے۔بلکہ اسے لکھا ہی گیا ہے ایک خاص مقصد کے لیے۔

اس ناول کی کمزوریوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے سامنے ناول نگاری کے اجزائے ترکیبی طے نہیں ہوئے تھے۔وہ بس خواتین کی اصلاح کے موضوع کو ناول کا مقصد سمجھ رہے تھے۔یہ ناول ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوا۔ انگریزی حکومت نے اس ناول پر انھیں انعام واعزاز سے نوازا۔ساتھ ہی اردو میں ناول نگاری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

ڈپٹی نذیر احمد کی اس اولین ناول کے مطابق ممتاز ناقد وقار عظیم لکھتے ہیں ؛

''نذیر احمد اردو کے پہلے قصہ نویس ہیں جنھوں نے ایک خاص معاشرے کی سیاسی،معاشرتی،معاشی اور اخلاقی زندگی کا غور سے مطالعہ کر کے اور اس زندگی کے ساتھ گہری جذباتی وابستگی پیدا کر کے اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اس اہم کام کے لیے قصہ(یا کہانی) کا استعمال کیا۔اس طریقے سے قصہ کو ایک ایسا مقام اور مرتبہ حاصل ہوا جس سے وہ اب تک محروم رہا تھا۔قصہ اب محض دلچسپی یا وقت گزاری کا مشغلہ ہونے کے بجائے معاشرتی زندگی کے مسائل کی مصوری اور اصلاح کا ذریعہ بن گیا ہے۔'' [1]

ڈپٹی نذیر احمد کے ذہن میں اس ناول کا خیال سرسید احمد خان کی اصلاحی تحریک کی وجہ سے آیا تھا۔ یہ کتاب آج تک شائع ہورہی ہے۔ اس کے ان گنت ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ اور آج بھی یہ ناول مطالعے کی میز

[1] : اردو ناول : آغاز وارتقاء از ڈاکٹر صغیر احمد۔مشمولہ۔وقار عظیم۔ص ۱۴۱۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ سن اشاعت ۲۰۱۵ء

پر دکھائی دیتی ہے۔اس ناول کا پہلا ایڈیشن ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا تھا۔

ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں پر اعتراض اپنی جگہ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے اردو ادب میں ایک نئی صنف کو پیش کیا ہے۔ان کے دیگر ناولوں میں'بنات النعش'،'توبۃ النصوح'،'ابن الوقت'اور'فسانہ مبتلا' شامل ہیں۔جیسے جیسے ان کے ناولوں کی تعداد بڑھنے لگی اس کے ساتھ ہی ان کے ناولوں میں سدھار آنے لگا۔لیکن غور وفکر کے دروازے اس طرح محدود ہونے لگے کہ لوگ ناولوں کا اصل مقصد اصلاح معاشرہ ہی تصور کرنے لگے تھے۔یہ سلسلہ اردو ناولوں کے ساتھ بے شمار برسوں تک جاری رہا۔

جس دوسرے ناول کو اردو کے ارتقاء میں نمایاں طور پر شامل کیا گیا وہ پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ڈیلی کالم جو اودھ اخبار میں شائع ہوتا تھا۔گیارہ برس کے بعد کتابی صورت میں بعنوان 'فسانہ آزاد' شائع ہوا اور بطور ناول تسلیم کیا گیا۔'فسانہ آزاد' میں ناول کی کوئی خوبی نہیں تھی۔اولاً تو یہ بطور ناول نہیں لکھا گیا۔بس ایک تسلسل میں واقعات کو ہر روز لکھا گیا۔اس میں طنز ومزاح کی چاشنی بھی ہے۔جو کئی جلدوں میں شائع ہوا۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص علاقے کی،ایک مخصوص دور کی تہذیبی،معاشرتی اور سماجی زندگی کو پیش کرتا ہے۔اور ان تمام اچھائیوں اور برائیوں کو پوری سچائی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔یہ حقیقت نگاری کا بہترین مرقع ہے۔جس میں بولی ٹھولی،لباس،رہن سہن اور تمدن کو من وعن پیش کردیا گیا ہے۔اور وقت نے اسے ناول کے زمرے میں شامل کردیا۔اور آج تک بھی یہ ناول کے ارتقائی سفر میں شامل ہے۔حالانکہ اس میں کوئی فنی خوبی نہیں ہے۔ناول کے لیے ایک باضابطہ پلاٹ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس میں شامل نہیں ہے۔جگہ جگہ اس میں تکرار دکھائی دیتی ہے۔میاں خوجی اور آزاد کے کرداروں میں کہیں کہیں ایسی حماقتیں نظر آتی ہیں جنھیں پڑھتے ہوئے کمزور کردار نگاری کا احساس ہوتا ہے۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کی اس داستانی کہانی سے متعلق ممتاز ناقد ڈاکٹر اسلم آزاد رقمطراز ہیں؛

''فسانہ آزاد'' ایک خاص دور کی لکھنوی معاشرت اور لکھنو کی تہذیبی زندگی کا بڑا آئینہ خانہ ہے ۔جس میں متعلقہ دور کے تمام واقعات وحقائق بے کم و کاست بیان کر دیئے گئے ہیں ۔ یہاں لکھنو کی سماجی زندگی کے تمام طبقات روشنی میں آگئے ہیں ۔ مرد وعورت، جوان بوڑھے، امیر حکیم، ڈاکٹر نجومی، پہلوان، مصائب، سائیس، بنیئے، بزاز، بے فکرے، شہدے، غنڈے، شرابی، افیونی، بانکے، پتنگ باز، بیٹر باز، حلوائی، خوانچہ فروش، ملازم، بے روزگار، آقا، غلام، بیمار، صحت مند، ہندو مسلمان، عیسائی غرض یہ کہ تمام فرقوں، طبقوں اور پیشوں سے وابستہ افراد کرداروں کی شکل میں موجود ہیں ۔اور ان سب نے مل کر لکھنو کی مکمل معاشرتی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے ۔ان سب کی بول چال، لب ولہجہ اور ناز و انداز میں واضح فرق بھی ہے ۔جس سے ان کی الگ الگ سیر تیں اور ان کے الگ الگ اوصاف کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے ۔'' ۲

لیکن ان ساری خوبیوں کے باوجود ''فسانہ آزاد'' ناول نہیں بن سکا ۔اس کی وجہ بھی جان لیں ۔

کسی بھی ناول کے لیے پلاٹ ضروری ہوتا ہے ۔جس پر کہانی کی بنیاد رکھی جاتی ہے ۔اس ناول میں نہ کوئی پلاٹ ہے اور نا ہی کوئی مسلسل کہانی ۔اسی ناول کا نا تو کوئی آغاز ہے اور نا ہی مصنف نے اس کا کوئی انجام لکھا ہے ۔نہ یہ کسی بنیادی مقصد کے تحت لکھا گیا ۔اس لیے ناول میں نہ کوئی الجھن ہے اور نا ہی کوئی کشمکش، نہ تجسس، نہ چونکانے والا کوئی واقعہ ۔بس ناول تہذیبی، رہن سہن کے صفحات در صفحات بھرتا چلا جاتا ہے ۔کسی بھی ناول کے لیے یہ عیب ہی ہو سکتے ہیں ۔

جب یہ ساری کمیاں موجود ہیں تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ آخر اسے ناول کے ارتقائی سفر میں اس قدر اہمیت کیوں حاصل ہے ؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب ناول کے اجزائے ترکیبی کا وجود نہیں تھا ۔قلم کار، قاری ناول کے فن سے پوری طرح واقف بھی نہیں تھے ۔وہ بس ایک مسلسل تحریر جو دلچسپی رکھتی ہو ۔جس میں زبان و بیان کا عمدہ استعمال ہوا ہو اور جس کے مطالعے سے ایک لطف محسوس ہو، اسے ہی ناول سمجھتے تھے ۔

ناول نگاری کے ارتقاء میں تیسرا بڑا اور اہم نام عبدالحلیم شرر کا ہے ۔بلکہ انھوں نے تاریخی ناول کی ابتداء بھی کی ہے ۔اس کی جو بھی وجہ رہی ہو ۔لیکن آج جو حقیقت سمجھ میں آتی ہے ۔اس کی دو وجوہات تو بالکل سامنے ہیں ۔

ایک وجہ یہ تھی کہ مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلم کروفر والے حکمرانوں کا زوال، انگریزوں کا حکومت پر قبضہ، ۱۸۵۷ء کی جنگ کی ناکامی نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیئے تھے ۔معاشی بدحالی کا بڑھتا ہوا عذاب تھا ۔دوسرے بنگال میں ''وندے ماترم'' اور اس قسم کے ناول لکھے جا رہے تھے ۔جس میں مسلم بربریت اور مسلمانوں کے خلاف مواد سامنے آ رہا تھا ۔شرر یہ سب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ۔مسلمانوں کی پس ماندگی اور ان کے اندر پیدا ہونے والی احساس کمتری نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ۔وہ مسلمانوں کو ان کے ماضی کی یاد دلا کر ان کے حوصلوں کو بیدار کرنا چاہتے تھے ۔اور ماضی ہی وہ واحد ذریعہ تھا جس سے مسلمانوں کی عام بے چینی اور ان کی احساس کمتری پر قابو لایا جا سکتا تھا ۔اسی لیے عبدالحلیم شرر نے تاریخی ناولوں کی بنیاد ہی نہیں رکھی بلکہ ایک کے بعد

۲ : کتاب ''اردو ناول : آزادی کے بعد'' ۔ڈاکٹر اسلم آزاد ۔ص ۲۹ ۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۔سنہ اشاعت ۲۰۱۴

مسلسل تاریخی ناولیں لکھیں ۔شرر کی ناول نگاری سے متعلق ڈاکٹر اسلم آزاد نے بھی یہی بات لکھی ہے لیکن ایک الگ انداز میں ۔وہ لکھتے ہیں ؛

"وہ تشکیلی دور کے تیسرے ناول نگار کی حیثیت سے عبدالحلیم شرر معروف وممتاز ہیں۔ وہ تاریخی ناولوں کے بانی بھی ہیں۔ اور ناول کی مقبولیت کا سبب بھی بنے ہیں۔ انگلستان اور یورپی ممالک کی سیاحت کے دوران انھوں نے اسکاٹ کے تاریخی "طلسمان" Talisman کا مطالعہ کیا تو اس کا گہرا اثر ان پر پڑا۔ ان کا تاثر یہ تھا کہ اس ناول میں اسلام کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کے ردعمل میں جوابی ناول لکھنے کا عزم کیا۔ مقصد تھا کہ اسلام کی عظمت اور سر بلندی کو دکھایا جاجائے۔ چنانچہ اس کے لیے انھوں نے اسلام کی تاریخ رفتہ کی عظمتوں کو پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر اپنے ناول لکھے جن میں اسلامی تاریخ کے اوراق ماضی کو بیان کرسکے۔ انکی پہلی کاوش "عبدالعزیز ورجینا" ۱۸۸۸ء میں قسط وار چھپی اور مکمل ہوئی۔" ۳

ان کے دیگر ناولوں میں "حسن انجولینا، منصور شوہنا، قیس ولبنیٰ، دلکش، یوسف نجمہ، فلورا فلورنڈا، ایام عرب، اور ناول "فردوس بریں" ہے۔ شرر کے ان ناولوں کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور ان کا نام ناولوں کی تاریخ میں ایک اہم نام بن گیا۔ اپنے ان ناولوں میں انھوں نے ہمیشہ اپنے مقصد کو سامنے رکھا۔ ان کے ناولوں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ان ناولوں کے پلاٹ رومانی ہوتے ہوئے بھی بے حد عمدہ ہیں۔ کردار نگاری لاجواب ہے منظر نگاری اور مکالمے نہایت جاندار ہیں۔ یہ ناول، ناول کے فن پر پورے پورے اترتے ہیں۔ ان میں نہایت عمدہ مطالعاتی وصف پایا جاتا ہے۔ اور قاری ان کے ناول بے تکان پڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ اپنے ناولوں میں پرتجسس فضاء پیدا کرتے ہیں۔ کہانی میں جگہ جگہ ایسے موڑ آتے ہیں جہاں کہانی الجھتی ہے۔ ہیرو ہیروئین کے ساتھ ذیلی کردار بھی سامنے آتے ہیں۔ جو کہانی کو سلجھاتے ہیں اور آخر میں کہانی کے سارے پیچ کھل جاتے ہیں اور ناول کسی سلجھی ہوئی ڈور کی طرح قاری کے ذہن میں بس جاتی ہے۔

یوں تو عبدالحلیم شرر کے تمام ناول ہی مقبول ہوئے لیکن ان کا سب سے کامیاب ناول "فردوس بریں"

حوالہ:

۱) ناول کا آغاز وارتقاء۔ ڈاکٹر مجتبیٰ حسین۔

۲) ناول کا آغاز وارتقاء۔ عظیم الشان صدیقی۔

۳) اردو ناول کی روایت۔ نثار دانش۔

Azhar Ahmed Gulam Yazdani.Dr

Professor Department of Urdu.Asst

Yashwant College Nanded